جناب پروفیسر محمد سلیمان اظہر

قسط نمبر (۳)

تحریک ختم نبوت کے گمشدہ اوراق

قارئین کرام، گزشتہ دو شماروں میں آپ تحریکِ ختمِ نبوت کے اولین سال یعنی ۱۸۹۱ء کی کچھ سرگرمیاں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ سال کا آغاز مرزا صاحب اور مولانا بٹالوی کی خط و کتابت سے ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ ابھی مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت طباعت کیلئے پریس میں ہی پہنچا تھا کہ "ہر فرعونے را موسیٰ" کے مصداق مولانا بٹالوی اس دعویٰ کو پریس ہی سے لے اڑے اور مرزا صاحب کو جالیا۔ خط و کتابت کا سلسلہ اس طرح ختم ہوا کہ مرزا صاحب نے اپنی بے علمی، جہالت اور بیماری کا اعتراف کر کے مولانا کے علم و دانش کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ پھر اسی سال مباحثوں کا دور شروع ہوا۔ جس میں ان کے مقابل سید نذیر حسین، مولانا عبدالحق حقانی مولانا بشیر سہسوانی اور مولانا بٹالوی صف آرا ہوئے۔ مرزا صاحب نشانہ تضحیک بن کر اور بے آبرو ہو کر دہلی سے نکلے۔ پھر اسی سال مرزا صاحب کے متعلق فتویٰ تکفیر مرتب ہوا۔ جس کے سائل مولانا بٹالوی اور مجیب حضرت میاں صاحب دہلوی تھے۔ اس فتویٰ کے متعلق کچھ گزارشات ہم گزشتہ شمارے میں پیش کر چکے ہیں اور چند مزید حقائق ہم آج کی نشست میں نذر قارئین کرنا چاہتے ہیں۔

قارئین کرام، ایک نسل تاریخ بناتی ہے اور دوسری نسل اس تاریخ کو مرتب کرتی ہے۔ مرتب کرنے والوں کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ واقعات و حقائق کا ناقدانہ جائزہ لیکر تاریخ بنانے والی نسل میں سے ہر ایک کو اس کا جائز مقام و مرتبہ عطا کرے۔ لیکن اگر مرتب کرنے والے جانبدار ہوں تو پھر ان کی مرتب کردہ تاریخ تاریخ نہیں رہ جاتی بلکہ تحریف و تلبیس کا مرقع بن جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنے پسندیدہ افراد کا دامن کارناموں سے بھر دیا جائے خواہ انہوں نے کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اور ناپسندیدہ افراد خواہ ان کی ہڈیوں کی راکھ بھی تاریخ بنانے میں صرف ہو گئی ہو، صفحاتِ تاریخ سے اس طرح غائب کر دیئے جائیں جیسے مکھن سے بال نکال دیا جاتا ہے۔ اور اگر بعض واقعات کچھ اس قسم کے ہوں کہ ان میں کسی طور ناپسندیدہ افراد کا نام قلم زد نہ کیا جا سکے تو پھر کوشش یہ کی جاتی

ہے کہ ان کا ذکر اس معمولی انداز میں آئے کہ آئندہ زمانے کے قارئین پر ان کی عظمت کا نقش جم نہ سکے۔ کچھ اسی طرح کی کوششیں تحریکِ ختم نبوت کی تاریخ مرتب کرنے والوں نے کی ہیں۔ پسندیدہ افراد کو آگے لایا گیا ہے اور ناپسندیدہ افراد کو پیچھے دھکیلا گیا ہے۔ پسند و ناپسند ذاتی معاملہ ہے لیکن تاریخ قومی امانت ہے۔ اس لئے اس میں تحریف و ترمیم بھی ایک قومی جرم ہے۔ اسی طرح کے ایک جرم کی نشاندہی ہم آج کی نشست میں قارئین کے سامنے کرنا چاہتے ہیں۔

پہلے تو یہ کیا گیا کہ بانیانِ تحریک کو اس حد تک تذکروں میں نظر انداز کیا گیا کہ آج کوئی شخص بھی ان افراد کو اس حیثیت میں قبول کرنے کیلئے تیار نظر نہیں آتا۔ اور دوسرے مرحلہ پر یہ ہوا کہ جہاں ان کا نام قلم زد نہیں ہو سکتا تھا وہاں انہیں غیر اہم حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً یہی فتویٰ تکفیر مرزا ہے جس کا ذکر مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری نے اپنی کتاب "رئیس قادیان" میں کیا ہے۔ لیکن نامعلوم مصالح کی بنا پر انہوں نے صورتِ واقعہ کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ مرزا صاحب بتاتے ہیں کہ یہ فتویٰ مولانا بٹالوی نے تیار کیا تھا اور اس کے مجیب حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی تھے اور دیگر علمائے ہند کی کثیر تعداد نے اس پر تائیدی دستخط ثبت فرمائے تھے۔ اصل فتویٰ جو تقریباً ۲ صد صفحات پر مشتمل ہے، مع اسماء مفتیان کرام ماہنامہ "اشاعۃ السنۃ" کی ۱۸۹۰ء والی جلد میں موجود ہے (اب اسے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کرنے کی مساعی ہمارے بزرگ مولانا عطاء اللہ حنیف محشی نسائی شریف کر رہے ہیں)" رئیس قادیان" کے مصنف نے اس فتویٰ کی تلخیص دینے کے بعد اسماء مفتیانِ کرام بھی لکھے ہیں۔ لیکن سید نذیر حسین صاحب کا نام بحیثیت مجیب سب سے پہلے لکھنے کے بجائے فہرست علماء کے درمیان کہیں جاکر لکھ دیا ہے۔ جس سے شاید یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ میاں صاحب اصل مفتی یا مجیب نہیں ہیں بلکہ دیگر . . تائید کنندگان میں سے ایک ہیں۔ یہ معصوم سی تحریف اپنے اندر بہت سے معنی پوشیدہ رکھتی ہے۔ شاید یہ خیال ہے کہ بانیانِ تحریک کی حیثیت کم کر کے دکھائی جائے۔ لیکن حقائق کبھی ہمیشہ کیلئے نظر سے اوجھل نہیں رکھے جا سکتے جبکہ مرزا صاحب کا عام لٹریچر اس بات پر شاہد ہے کہ بانی تحریک اور اس فتویٰ کے مفتی کون ہیں، مثلاً انہوں نے "تحفہ گولڑویہ" کے صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے:

"مولوی محمد حسین نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی سے کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دیدے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے۔ سو اس فتویٰ اور میاں صاحب مذکور کی مہر سے بارہ برس پہلے یہ کتاب (براہینِ احمدیہ) تمام پنجاب اور ہند میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس بعد اول المکفرین بنے، بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین محدث دہلوی تھے"

اسی طرح مرزا صاحب اپنی ایک اور تصنیف کتاب البریۃ" مصنفہ ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۱۱۸ پر حضرت میاں صاحب

کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وہ فتویٰ جو ہماری تکفیر میں رسالہ اشاعۃ السنۃ " نمبر ۵ جلد ۱۳ میں شائع ہوا ۔ اس کے راقم اور استفتاء کے مجیب یہی شیخ الکل ہیں ؟

اسی طرح مرزا صاحب ڈاکٹر محمد حسین نامی کسی شخص کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

" مجی اخویم ڈاکٹر محمد حسین صاحب سلمہ اللہ ——— السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ !

. . . اور جو خط مولوی محمد علی صاحب کے نام آیا تھا میں نے اس کو سنا ہے مجھے تعجب ہے کہ کیونکر مخالف لوگ ہم پر تہمتیں لگاتے ہیں ۔ تکفیر کے معاملہ میں اصل بات یہ ہے کہ پہلے میں ان تمام لوگوں کو کلمہ گو خیال کرتا تھا اور کبھی میرے دل میں خیال نہیں آیا تھا کہ انہیں کافر قرار دوں ۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت ایک استفتاء تیار کیا اور وہ استفتاء مولوی نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ شخص اور اس کی جماعت کافر ہے ۔ اگر مر جاویں تو مسلمانوں کی قبروں میں ان کو دفن نہیں کرنا چاہیئے ۔ پھر بعد اس کے دو سو مہر تکفیر کی اس فتویٰ پر مولویوں نے لگائی " (بحوالہ الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء منقول از اہل حدیث امرتسر ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب کی یہ چند عبارات " مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید " کی طرح معاملے کی وضاحت کر رہی ہیں اور ہدف خود چلّا رہا ہے کہ تیر کس طرف سے آیا ہے ۔ ان حالات میں دلاوری صاحب کی تحریف حقائق پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش بن کر رہ جاتی ہے ۔

قارئین ، یہ فتویٰ مرزا صاحب کی تحریک پر برقِ صاعقہ بن کر گرا تھا ۔ اس لئے وہ ان دونوں حضرات سے سخت نالاں تھے ۔ ۱۸۹۱ء میں جاری ہونے والے اس فتویٰ کے بعد جوں جوں مرزا صاحب محسوس کرتے کہ ملک میں ان کے خلاف تحریک زور پکڑتی جا رہی ہے توں توں مرزا صاحب کا ان دونوں پر غضب شدید ہوتا جا رہا ہے ۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ تحریک ختمِ نبوت کی بنیاد یہی فتویٰ ہے جس نے ان کے عقائد کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے اور ان کے دھوکے کی ٹٹی کا پردہ چاک کر کے عوام الناس اور علماء کو قادیانی دجل و فریب سے آگاہ کر دیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی وہ کچھ لکھتے ، ان افراد کا ذکرِ خیر کسی نہ کسی طریق سے ضرور شامل کر لیتے ۔ کبھی انہیں دھمکیاں دیتے ، کبھی لالچ کبھی خوف دلاتے ، کبھی خوشامدیں کرتے کہ یہ آوازِ حق بند ہو جائے ۔ ہم حیران ہیں کہ مرزا صاحب کا نصف کے قریب لٹریچر ان دونوں افراد کو مخاطب کر کے ترتیب دیا گیا ہے ۔ پھر بھی ہماری نسلِ نو اس بات سے بے خبر ہے کہ تحریکِ ختمِ نبوت کا آغاز کن بزرگوں کی مساعی سے ہوا ۔ کون مرزا صاحب کے رئیس المخالفین تھے ، اور تحریکِ ختمِ نبوت کے قافلہ سالار کون تھے ؟ ہم اس حقیقت کو طشت از بام کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں بہت سے حوالے پیش کر چکے ہیں ۔ اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے ۔

"در مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس المخالفین نے جب "براہین احمدیہ" کا ریویو لکھا، اس کو پوچھنا چاہیئے کہ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۴۲ پر یہ الہام اس نے درج پایا یا نہیں؟"

اس رئیس المخالفین کا ذکر مرزا صاحب نے اپنی عربی کتاب "در ثمین" میں بھی کیا ہے۔ شعروں پر مشتمل اس کتاب میں بیشمار صفحات مولانا بٹالوی پر صرف کئے ہیں۔ عوام کو مولانا کا تحریک میں مقام و مرتبہ سمجھانے کی خاطر عربی اشعار کا اردو ترجمہ بھی مرزا صاحب نے خود ہی کیا ہے۔ بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

(۱) یکفرنی شیخ و تتلوہ امۃ — وما ان اراہ کعاقل یتدبر

"شیخ نے میری تکفیر کی اور لوگوں نے اس کا اتباع کیا، میں تو اس کو بے عقل اور بے سمجھ پاتا ہوں!"

(۲) یری ظہرہ عند النضال کثعلب — وکالذئب یعوی حین یھذی ویھجر

"میں مقابلہ کے وقت اس کی کمر لومڑی کی سی دیکھتا ہوں اور جب بکنے لگتا ہے تو بھیڑیئے کی طرح بھونکتا ہے!"

(۳) غبی عتی اضرم الجھل غیظہ — کجلمود صخر جھلہ لا یغیر

"وہ غبی اور سرکش ہے، جہل نے اس کے غصہ کو بھڑکا دیا ہے۔ اس کا جہل سنگِ خارا کی طرح ہٹنے والا نہیں ہے!"

(۴) وکفرنی بالحقد من غیر مرۃ — فقلت لک الویلات انت اکفر

"کئی بار کینہ کی وجہ سے اس نے میری تکفیر کی ہے میں نے اس کو کہا ہے تجھ پر لعنت ہے تو ہی بڑا کافر ہے!"

(۵) ویسعی لایذائی ویسعی بنزغہ — علی حرص کالعداء لو یقدر

"میری ایذا رسانی کی سعی میں رہتا ہے اور جھوٹی چغل خوری کرتا ہے مجھ پر دشمنوں کی طرح، اگر اس کا بس چلے!"

(۶) واکفرنی بخلا وجھلا ودناءۃ — ووافقہ خربہ من عتر

"بخل جہل اور کمینہ پن سے اس نے میری تکفیر کی اور برباد ہونے والوں نے اس کے ساتھ موافقت کی!"

(۷) فذرنی وخلاقی ولست مصیطراً — علی ولا حکم ولا قاض نتامر

"مجھ کو چھوڑ دے میرے رب کے حوالے کر، تو مجھ پر داروغہ نہیں کہ حکم چلاتا ہے، فیصلے کرتا ہے نہ ثالث عادل ہے!"

(۸) اتفتی بما لم ینزل اللہ من ھدی — وتکفر من القی السلام وتحبر

"تو ایسے فتوے دیتا ہے جن کے ساتھ خدا کی حجت نہیں ہے اور جو سلام کہتا ہے اس کو تو کافر کہتا ہے ہٹ دھرمی کرتا ہے!"

(۹) وقلت لشیخ قد تقدم ذکرہ — الام تکفرنا تھجو وتعصر

"اور میں نے شیخ مذکور (محمد حسین) کو کہا کہ کب تک تو تکفیر کرے گا اور بدگو اور چیں بہ جبیں رہے گا؟"

(۱۰) ایھا الواشی الام تکذب — وتکفر من ھو مؤمن وتؤنب

"اے جھوٹے تو کب تک تکذیب کرے گا اور کب تک مومن کی تکذیب کرے گا اور برائی کرتا رہے گا؟"

(۱۱) الا ایہا الشیخ اتق اللہ الذی یہد عمارات الہوی ویخرب

"خبردار اے شیخ، اس خدا سے ڈر جو ہوا و ہوس کی عمارتوں کو گراتا اور ڈھاتا ہے"

(۱۲) اتعوی کمثل الذئب واللہ اننی اراک کانک ارنب او ثعلب

"تو بھیڑیئے کی طرح آواز نکالتا ہے اور بخدا میں جانتا ہوں کہ تو لومڑی یا خرگوش ہے"!

(۱۳) فاکفر وکذب ایہا الشیخ دائما وانی بفضل اللہ رجل مہذب

"اے شیخ تو ہمیشہ کافر کہتا اور تکذیب کرتا رہ۔ بیشک میں بفضل خدا ایک مہذب آدمی ہوں تیری طرح بدگو نہیں"!

قارئین یہ چند اشعار ہم نے درثمین کے صفحات ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۴، ۵۷، ۶۰، ۶۲ سے نقل کئے ہیں اور پوری کتاب مولانا بٹالوی کو یہی جلی کٹی سنانے پر صرف کر دی ہے اور ساتھ ہی تہذیب و شائستگی کا دعویٰ بھی کئے جا رہے ہیں۔ ہمیں مرزا صاحب کی شائستگی سے بحث نہیں ہے ہم تو صرف اس بات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی سالوں میں تحریک کا پرچم بلند کرنے کی سعادت مولانا بٹالوی ہی کو نصیب ہوئی اور جب تنہا آدمی پر مشتمل یہ قافلہ سوئے منزل رواں ہو گیا تو پھر مختلف اوقات میں مختلف سمتوں سے راہی آکر اس میں شامل ہوتے رہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل،
راہرو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا!

ہمیں حیرت تو اس بات پر ہے کہ کاروان کو سب جانتے ہیں، میر کارواں کا نام کیوں گم ہو گیا! حالانکہ یہ دور ایک ایسا دور تھا جب کہ بڑے بڑے علماء ابھی گومگو کی کیفیت میں تھے۔ وہ مرزا صاحب کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ مرزا صاحب اپنے جدید عقائد کی وجہ سے کس زمرے میں شامل ہیں؛ مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا یعقوب نانوتوی جیسے اکابر کا معاملہ ہے۔ ماہنامہ "الرشید" لاہور کے دارالعلوم دیوبند نمبر میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ لکھا ہے:

"اکابر دیوبند کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا تعاقب سب سے پہلے شروع کیا اور ۱۳۰۱ھ میں جب مرزا قادیانی نے مجددیت کے پردے میں اپنے الہامات کو وحی الٰہی کی حیثیت سے "براہین احمدیہ" میں شائع کیا تو لدھیانہ کے علماء (مولانا محمد عبداللہ۔ مولانا اسماعیل) جو حضرات دیوبند کے متبعین میں سے تھے، فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ شخص مسلمان نہیں بلکہ اپنے عقائد و نظریات کے اعتبار سے زندیق اور خارج از اسلام ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی دجال قادیانیت

کے حالات سے پوری طرح باخبر نہ تھے۔ اس لئے بعض لوگوں نے جو مرزا قادیانی سے حسنِ ظن رکھتے تھے، علمائے لدھیانہ کی مخالفت میں حضرت گنگوہی سے فتویٰ منگوا لیا۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ کو علمائے لدھیانہ دار العلوم دیوبند کے جلسہ سالانہ پر تشریف لے گئے۔ اور قادیانی مسئلہ میں، حضرت گنگوہی اور دیگر اکابر سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ رفع نزاع کیلئے دار العلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا یعقوب نانوتوی کو جو صاحبِ کشف تھے، حکم تسلیم کیا گیا۔ اور انہوں نے مندرجہ ذیل تحریری فیصلہ دیا ——— "یہ شخص (مرزا) لامذہب معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں اس کو کس کی روح سے ہے مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے ———!" (صفحہ ۶۷۶)

قارئین کرام، علمائے لدھیانہ کے اس فتویٰ سے اس وقت کے علمائے دیوبند کے سرخیل حضرت گنگوہی نے برملا اختلاف کیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ خود علمائے لدھیانہ میں بھی اس مسئلہ پر شدید اختلاف تھا جیسا کہ آغا شورش نے "تحریکِ ختم نبوت" میں لکھا ہے:

"مولانا حبیب الرحمان کے والد کے چچا مولوی عبداللہ نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ مرزا انتہا درجہ کا ملحد و زندیق ہے۔ بعض ساتھیوں کو ان الفاظ میں تیزی محسوس ہوئی۔ حتیٰ کہ مولانا حبیب الرحمان کے دادا جان نے بھی بھائی سے اتفاق نہ کیا۔ لیکن مولوی عبداللہ نے استخارہ کیا تو اپنی رائے کو درست پایا۔ آخر "براہین احمدیہ" کے غائر مطالعہ سے مرزا صاحب کے ملحد و زندیق ہونے کا اعلان کر دیا۔" (صفحہ ۴۲)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکفیر مرزا کے معاملے میں علمائے لدھیانہ میں بھی شدید اختلاف تھا۔ اور جب حضرت گنگوہی نے بھی تکفیر کے خلاف فتویٰ دے دیا تو حامیانِ تکفیر اس مسئلہ کو دیوبند لے گئے اور گنگوہی صاحب سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ لیکن "الرشید" کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا گنگوہی اپنے موقف پر ڈٹے رہے تو جبھی تو ثالثی کی ضرورت پیش آئی۔ ان حالات میں مضمون نگار کا یہ کہنا کہ مولانا سے ان کی بے خبری میں فتویٰ لے لیا گیا تھا، غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کا فتویٰ لاعلمی پر مبنی تھا تو علمائے لدھیانہ سے گفتگو کے بعد لاعلمی کی حالت یقیناً ختم ہو گئی تھی۔ اس وقت انہوں نے فتویٰ واپس کیوں نہ لے لیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تو اپنے مؤقف پر اس طرح ڈٹے ہوئے ہیں کہ ثالثی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور ثالث یعنی مولانا یعقوب نے جو فیصلہ دیا وہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ علمائے لدھیانہ نے تو مرزا صاحب کو ملحد و زندیق قرار دیا تھا،

لیکن ثالث نے مرزا کو محض لامذہب قرار دینے پر اکتفا کر لیا۔ لامذہب کی اصطلاح اس دور کے فرقہ وارانہ لٹریچر میں غیر مقلّدین کے لئے استعمال ہوتی تھی، کافروں کیلئے نہیں۔ گویا ثالث کے اس فیصلے کی رو سے علمائے لدھیانہ بھی اپنے مؤقف سے ہٹ کر مرزا کو صرف غیر مقلد سمجھنے لگے۔ کیونکہ ثالث کے فیصلے سے کسی فریق کا اختلاف ریکارڈ پر نہیں آیا۔ اور اس کے بعد علمائے لدھیانہ نے مرزا صاحب کی جتنی بھی مخالفت کی وہ اسی نوعیت کی تھی، جیسی وہ غیر مقلّدین یعنی اہل حدیثوں کی کیا کرتے تھے۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ کسی کو کافر سمجھ کر مخالفت کرنا اور بات ہے اور کسی کو دائرۂ اسلام کے اندر رکھ کر مخالف مکتبِ فکر کا سمجھ کر مخالفت کرنا اور بات ہے۔ حضرت مولانا بٹالوی اور میاں صاحب دہلوی مرزا صاحب کی مخالفت اس لئے کر رہے تھے کہ مرزا کافر ہے۔ اور علمائے لدھیانہ اس لئے کر رہے تھے کہ مرزا صاحب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی بجائے غیر مقلد اور لامذہب ہیں۔

اسی طرح آپ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا معاملہ لے لیجئے، وہ بھی بڑی دیر تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ آیا مرزا کافر ہے یا نہیں؟ ان کے فتاویٰ امدادیہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶ پر ان کا ایک فتویٰ موجود ہے۔ سوال و جواب آپ بھی ملاحظہ فرما لیجئے:

سوال: اکثر مرزائی لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کتب دینیات میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص میں ۹۹ وجہ کفر کی پائی جاویں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی پائی جاوے تو اس کو کافر نہ کہا جائے اور حدیث میں ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیئے۔ وہ حدیث یہ ہے: "عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا . . . الی آخرہ"! دوسری حدیث یہ ہے: "من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ"! ـــــ اب علمائے کرام سے عرض یہ ہے کہ جبکہ رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے تو مرزا غلام احمد بھی اہلِ قبلہ اور کلمہ گو ہے تو علمائے دین اس پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں؟ اس کا شافی طور پر جواب ارقام فرماویں"

جواب:

"جس شخص میں کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی، کافر کہا جائیگا۔ اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جس میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو۔ اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی امر قولی یا فعلی ایسا ہو کہ متحمل کفر و عدم کفر دونوں کو ہو۔ اگر احتمال کفر غالب اور اکثر ہو تب بھی تکفیر نہ کریں گے نہ یہ کہ تکفیر قطعی پر بھی تکفیر نہ کریں گے کیونکہ کافر کے یہ معنی نہیں کہ اس میں تمام وجوہ کفر کی جمع ہوں۔ ورنہ جن کا کفر منصوص ہے وہ بھی کافر نہ ہوں گے۔ باقی خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ کفر کی ہے یا نہیں"! (۳۱ مئی ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا یہ فتویٰ اس وقت کا ہے جب مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت کئے ہوئے کئی سال ہو چکے تھے۔ اور سید نذیر حسین اور مولانا بٹالوی کی مساعی سے پورے ہند کے عوام اس کے کفر پہ متفق

سے باخبر ہو چکے تھے۔ لیکن یہ آوازہ ابھی مولانا تھانوی کے کانوں تک نہیں پہنچا تھا۔ دارالعلوم دیوبند سے وہ پہلا فتویٰ جس میں مرزا صاحب کے کفر کا اعلان کیا گیا، مرزا صاحب کی وفات کے بھی کئی سال بعد جاری ہوا جیسا کہ "الرشید" کے مذکورہ مضمون میں لکھا ہے:

"صفر ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند نے مرزا قادیانی کے خلاف ایک اور فتویٰ جاری کیا، جس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رئیس المدرسین دیوبند، مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور دیگر تمام اکابر دیوبند کے علاوہ دوسرے مشاہیر علمائے سندھ کے دستخط ہیں۔ . . . یہ طویل فتویٰ "القول الصحیح فی مکائد المسیح" کے نام سے شائع ہوا۔" (صفحہ ۶۷۷)

قارئین محترم، ہمارا موضوع محدود ہے۔ اس لئے تفصیلات کا متحمل نہیں ہے۔ فی الحال ۱۸۹۱ء تک کی سرگرمیوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سال مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحائی کیا۔ مولانا بٹالوی نے ان کا تعاقب فرمایا، خط وکتابت ہوئی جو ہم مکتوبات احمدیہ سے نقل کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے جب دامن چھڑا لیا تو لدھیانہ میں مولانا بٹالوی سے مباحثہ ہوا۔ وہاں خائب وخاسر ہو کر مرزا صاحب مرکز العلماء دہلی چلے گئے اور مسند المحدثین سید نذیر حسین کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔ بات نہ بنی تو مولانا محمد بشیر سہسوانی سے پنجہ آزمائی شروع کر دی۔ شیر کے پنجے میں ہاتھ دیکر تلملانے لگے اور حیلہ سازی کر کے بے آبرو ہو کر دہلی سے چلے آئے۔ پھر اسی سال مولانا بٹالوی نے شیخ الکل کی مدد سے وہ معرکۃ الآرا فتویٰ تیار کیا جس نے مرزا صاحب کی راتوں کی نیند غارت کر دی اور جس کے طفیل مولانا بٹالوی اور میاں صاحب کو امتِ مرزائیہ کے فرعون وہامان ہونے کا خطاب ملا۔ اور مرزا محمود کی زبان سے بٹالوی صاحب ابوجہل کہلائے۔ مرزا محمود بعد میں بھی اس فتویٰ کی وجہ سے اس قدر لوکھلایا رہا کہ وہ ایک مرتبہ یہ کہتا ہوا سنائی دیا:

"اگر محمد حسین بٹالوی کے باپ کو یہ معلوم ہوتا کہ اس کے نطفہ سے ابوجہل پیدا ہوگا تو وہ اپنا آلۂ تناسل کاٹ دیتا۔"

اس فتویٰ نے مرزا صاحب کے دلائل کا انبار ربلا کے رکھ دیا۔ لیکن مریدوں کی تسلی کیلئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، اس لئے انہوں نے اسی سال اجتماعی مناظرے اور مباہلے کی طرح ڈالی۔ ایک طویل اشتہار دیا جس میں بہت سے علماء ومشائخ کو مخاطب کر کے لکھا کہ آؤ اور مباہلہ کر لو۔ یہ دعوت انہوں نے ۱۸۹۱ء میں شائع ہونے والی کتاب "آسمانی فیصلہ" میں دی تھی۔ ہم اس اشتہار کو اس موقع سے چند سال بعد شائع ہونے والی کتاب "انجام آتھم" سے نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی علماء ومشائخ کے نام بھی درج کئے دیتے ہیں۔ دعوت یہ تھی کہ مدعوین میں سے

کم از کم دس افراد ایک جگہ آکر مباہلہ کریں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ دور دراز شہروں میں رہنے والے یہ لوگ ایک تو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں گے۔ اور اگر ہو بھی گئے اور مباہلہ بھی ہو گیا تو ان میں سے کوئی تو ایسا ہو گا جو اپنی طبعی موت مر جائے گا یا اسے کوئی اور تکلیف اٹھانا پڑے گی تو میں کہہ دونگا کہ یہ میرے مباہلے کا اثر ہے۔ جیسا کہ حضرت سید نذیر حسین سو سال کی عمر پا کر ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے تو مرزا صاحب نے "مات ضال ھائما" سے غلط طور پر تاریخ وفات نکال کر اس موت کو مباہلے کا اثر قرار دیدیا اور فرمایا:

"نذیر حسین دہلوی جو سب کا سرغنہ تھا، جو دعوتِ مباہلہ میں اول المدعوین ہے، اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گزر گیا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۲)

حالانکہ نہ تو سید نذیر حسین سے مرزا کا مباہلہ ہوا تھا اور نہ ہی آپ ابتر تھے۔ کیونکہ ابتر وہ ہوتا ہے جسکی نرینہ اولاد نہ ہو۔ جبکہ میاں صاحب اپنی زندگی میں ہی پوتوں پڑپوتوں والے ہو گئے تھے اور مرزا صاحب کی اس تحریر کے وقت ان کے پوتے سید عبد السلام اور سید ابو الحسن موجود تھے اور اپنے دور کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔

آئیے اب مرزا صاحب کی دعوتِ مباہلہ کی جانب، یہ دعوت ہم "انجام آتھم" سے نقل کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب کے نزدیک ان کے خلاف تحریک چلانے والے اصل مجرم کون ہیں، بانی تحریک کون ہے اور بانی کی وجہ سے کون کون سے لوگ میدان میں آچکے ہیں؟ —— لیکن یہ بات پھر سے ذہن میں تازہ کر لیجئے کہ اس طرح تحریک کے نامور افراد کی اہمیت ہم کم کرنا نہیں چاہتے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب، مولانا ظفر علی خاں، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ اجمعین کے مقام و مرتبہ سے ہم بخوبی آگاہ ہیں، ان کی مساعی جمیلہ کے معترف ہیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ بعض اکابر کو نمایاں کرتے کرتے دوسرے بزرگوں کو گوشۂ طاقِ نسیاں کی زینت نہ بنایا جائے —— جس شخص نے جس دور میں جو کام کیا ہے، اس کا برملا اعتراف کیا جائے۔ پھر مولانا بٹالوی اور میاں نذیر حسین چونکہ بانیانِ تحریک ہیں، جیسا کہ دعوتِ مباہلہ سے بھی معلوم ہو گا، اس لئے "الفضل للمتقدم" کے تحت ان کے بلند درجات کی مزید بلندی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی جائے۔

آئیے اب مرزا صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

"چونکہ علمائے پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے زیادہ گزر گیا ہے اور نہ فقط علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغوا سے ہزارہا لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس تمام تکفیر کا بوجھ نذیر حسین کی دہلوی کی گردن پر ہے۔ مگر

تاہم دوسرے مولویوں کا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلمانوں میں اپنی عقل اور تفتیش سے کام نہیں لیا۔ بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتویٰ کو دیکھ کر، جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا، بغیر تحقیق و تنقیح کے اس امر پر ایمان لے آئے ہیں۔ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادت مند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افترا ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہمیں معجزاتِ انبیاء سے انکار ہے یا ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں۔ . . . "

"انجام آتھم" کے صفحہ ۴۵ کی یہ عبارت کتاب کے صفحہ ۴۹ تک چلی گئی ہے۔ اور اس میں آپ نے تمام سرکردہ علماء ہند و مشائخ عظام کو جو انہی کے بقول نذیر حسین دہلوی کے فتویٰ سے گمراہ ہو کر مرزا صاحب کو کافر سمجھنے لگے تھے، مباہلے کیلئے چیلنج کیا ہے۔ کل ۵۸ علماء کے نام ہیں جو ۱۸۹۰ء تک میاں صاحب اور مولانا بٹالوی کی مساعی سے مرزا صاحب کے کفریہ عقائد سے باخبر ہو کر تحریک کی صفوں میں شامل ہو چکے تھے۔ ان علماء میں خود میاں صاحب اور بٹالوی صاحب کے علاوہ مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی، مولوی عبدالعزیز لدھیانوی، سعداللہ نومسلم لدھیانہ، مولوی احمداللہ امرتسری، مولوی ثناء اللہ امرتسری، رسل بابا امرتسری، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی محمد علی بھوپڑی، مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی عبداللہ ٹونکی، مولوی اصغر علی لاہوری، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی محمد بشیر تلمیذ میاں صاحب، شیخ حسین عرب یمانی، مولوی محمد ابراہیم آروی ـــــ مشائخ کی کثیر تعداد ان کے علاوہ ہے۔

قارئین محترم! مرزا صاحب کی اس تحریر سے پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آغازِ کار کی سعادت کن لوگوں کے حصہ میں آئی؟ اور جس دور میں استاد اور شاگرد نے مرزا صاحب کے خلاف کام کا بیڑہ اٹھایا، اس وقت ہمارے معروف ہیرو زمیں سے ابھی کوئی تحریک کی صفوں میں ہی شامل نہیں ہوا تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے پورے ہندوستان میں اپنے وسائل سے کام لیکر تحریک کی آبیاری کی، لٹریچر کا انبار لگا دیا جس سے بعد کے تمام علماء نے استفادہ کر کے عظیم و ضخیم کتب تالیف کر دیں اور عوام کا دامن جواہر ریزوں سے مالا مال کر دیا۔ مرزا صاحب ان دونوں بزرگوں کے اس بنیادی قسم کے کام کی اہمیت و افادیت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اسی لئے وہ زبان و بیان پر قابو نہ رکھ سکے۔ اور اسی "انجام آتھم" میں یوں چلّا اٹھے:

"دیکے از اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست۔ اورا محمد حسین می گویند و از ہمہ در دروغ و ناراستی سبقت بردہ است و انکار کردہ۔ و تکبر نمود و تکبر را شائع کرد و ظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد او امام متکبران است۔ و رئیس تجاوز کنندگان۔ و سرا گمراہاں است۔ او سہاں شخصے است کہ پیش از ہمہ مرا کافر گفت" (انجام آتھم ص ۲۴۱)

یعنی میرے معترضین میں سے میرا ایک گمراہ ہمسایہ محمد حسین بٹالوی ہے۔ جو مجھ پر جھوٹی تہمتیں لگانے میں سب سے سبقت لے گیا ہے۔ میرا منکر ہے اور متکبر بھی۔ اپنے انکار وتکبر کا جابجا اظہار بھی کرتا ہے اور امام متکبران بن چکا ہے۔ یہ شخص میرے مخالفین کا سردار اور گمراہوں کا لیڈر ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے سب سے پہلے کافر قرار دیا ہے۔"

اس کتاب میں درج بالا عبارت کے بعد مولوی عبدالحق غزنوی، سید نذیر حسین، مولانا عبداللہ ٹونکی، مولانا رشید احمد کو مختلف خطابات سے نوازنے کے بعد پھر مولانا بٹالوی سے خطاب کیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"پس اے شیخ من می دانم کہ تو رئیس ابن ہشت کس ہستی در این گروہ باغی را مثل امام قائم شدی۔ و این مردم ترا مثل شاگرداں در گمراہی ہستند با ہمچو کسانے کہ برا شیاں جادو کردہ باشند۔ پس با سواراں خود و پیادگان خود نزد م بیا"۔ (ص ۲۵۴)

یعنی "اے محمد حسین بٹالوی تو میرے مخالف گروہ کا امام ہے۔ اور میرے دیگر مخالفین (جن کا ذکر مرزا نے اس تحریر میں کیا ہے) گمراہی میں تیرے شاگرد ہیں۔ یا پھر تو نے ان پر جادو کرکے اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ اس لئے تو اپنی سوار و پیادہ فوج لیکر میرے مقابلے میں نکل!"

دعوتِ مباہلہ کے جواب میں مولانا بٹالوی نکلے اور اس چیلنج کا جواب انہوں نے ماہنامہ "اشاعۃ السنۃ" بلد ۱۸ نمبر ۳ میں دیا۔ انہوں نے لکھا کہ مولانا عبدالحق غزنوی اور مولوی غلام دستگیر قصوری آپ کی دعوت سے قبل ہی آپ سے مباہلہ کیلئے تیار ہیں اور ان کا چیلنج بھی موجود ہے۔ آپ ان سے مباہلہ کرنے کی بجائے محض اشتہار بازی کی طرف کیوں راغب ہیں؟ اگر آپ واقعتاً مباہلہ چاہتے ہیں تو ان کے مدمقابل آجائیے۔ اگر ان سے مباہلہ نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ ہو تو پھر میں حاضر ہوں۔ آپ اکیلے نکلیں گے تو آپ کا مدمقابل بھی اکیلا نکلے گا۔ اگر آپ اپنی جورو اور لڑکوں کو ساتھ لائیں گے تو آپ کا مدمقابل (بٹالوی صاحب) بھی مع اہل وعیال آئیگا۔ آپ صرف اتنا کریں کہ الہام کا ٹیلیفون لگا کر اپنے ملہم سے اس بات کی تصریح کرالیں کہ جھوٹے پر عذاب کس قسم کا ہوگا، تاکہ پھر آپ کو اس کی شرح کرنے اور اس کے معنی بتانے کی حاجت نہ رہے۔ کیونکہ آپ کی عادت ہے کہ مخالف کو نزلہ زکام اور کھانسی بھی ہو جائے تو آپ اسے اپنی بددعا کا اثر شمار کرنے لگتے ہیں۔ مولانا بٹالوی کے علاوہ مباہلہ کی دعوت کو حضرت مولانا ثناء اللہ نے بھی قبول کر لیا اور بذریعہ خط وکتابت مرزا صاحب کو مباہلہ کیلئے تیاری کی اطلاع دیدی۔ اس پر مرزا صاحب اکھڑ گئے اور میدان میں آنے کی بجائے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ٹالنے لگے۔ جن ۴۲ افراد کے نام فہرست مخاطبین میں شامل کئے تھے، ان کے شب وروز پہ نگاہ رکھنے لگے۔ اگر کسی کو زکام بھی ہو جاتا تو اسے اپنی کرامت قرار دیتے، کسی کو کوئی مالی نقصان ہو جاتا تو اسے اپنی نبوت کا نشان قرار

دبدیتے - لیکن مولانا بٹالوی نے ہر محاذ پر انہیں لاچار کر دیا اور تنگ آکر مرزا صاحب دامنِ ہوش و خرد ہاتھوں سے چھوڑ بیٹھے ۔ ضیاء الحق نامی کتاب کے صفحہ ۱۳۳ پر آپ کو پلید، بے حیا، سفلہ، گندی کارروائی، گندے اخلاق، نفرتی اور ناپاک شیوہ کے خطابات سے نواز دیا - اسی طرح "آسمانی فیصلہ" کے صفحہ ۱۰ پر مولانا کے متعلق تحریر فرمایا:

"اس زمانہ کے مہذب، ڈوم اور نقال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں اور شہتوں کے سفلے بھی ایسی کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبر زبان پر نہیں لاتے"

اور اسی کتاب کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:

"بٹالوی کو ایک جھوٹے درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے چھوڑ دیا!"

۱۸۹۱ء کی ان تحریروں سے قارئین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ مرزا صاحب کس طرح پٹڑی سے اتر چکے تھے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر مرزا صاحب کا ذہن کیوں بگڑ گیا تھا؟ مولانا کو گالیوں سے کیوں نواز اجا رہا تھا؟ تمسخر اور استہزاء کا نشانہ کیوں بنایا جا رہا تھا؟ ان کے خلاف صفحوں پر صفحے، کتابوں پر کتابیں اور اشتہاروں پر اشتہار کیوں شائع کئے جا رہے تھے؟ وجہ ایک ہی معلوم ہوتی ہے کہ مرزا صاحب مولانا بٹالوی کو اپنی ناپاک تحریک کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے کیونکہ وہ مرزا صاحب کو کسی آن آرام نہیں کرنے دیتے تھے ۔ وہ ان کے پھندے توڑ رہے تھے، عوام کو ان کے جال میں پھنسنے سے روک رہے تھے اور علماء اسلام کو ان کے خلاف ٹھوس تحقیقی اور علمی مواد فراہم کر رہے تھے ۔ لیکن ہمیں حیرت ہے کہ مؤرخین تحریکِ ختمِ نبوت اس جانباز بانی و قائد تحریک کو ابھی تک اس کا جائز مقام دینے کو کیوں تیار نہیں ہیں؟

قارئین، ہم آج کی گزارشات کا اختتام مرزا صاحب کی ایک کتاب "تحفۂ غزنویہ" کے ایک اقتباس سے کرتے ہیں ۔ اس کتاب کے صفحہ ۸۵ پر مرزا صاحب ایک شخص کے خواب کا ذکر کرتے ہیں ۔ جسے حضور سرورِ کونین جناب رسالتمآبؐ کے دربار میں بحالتِ خواب حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ۔ مرزا صاحب اس خواب کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرورِ کائناتؐ کی مجلس میں علمائے ہند حاضر تھے، پھر وہاں مرزا صاحب کو لایا گیا ۔ علماء نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ یہ شخص اپنے آپ کو مسیح کہتا ہے ۔ اس پر جناب رسولِ کریمؐ نے مرزا کی تکفیر پر علماء کو مبارکباد دی اور مرزا صاحب کو جوتے لگوائے ۔ ۔ ۔ اس خواب کا تذکرہ کرنے کے بعد مرزا صاحب اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے حاضرینِ مجلس کا یوں ذکر کرتے ہیں:

"مولوی محمد حسین کی کرسی کے قریب ایک اور کرسی تھی جس پر ایک بڈھا نود سالہ بیٹھا تھا جسے لوگ نذیر حسین کہتے تھے" (صفحہ ۸۶)

"اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا جس کو عبدالمنان کہتے تھے اور اس کی کرسی

(باقی [illegible])